بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونستغفره ونصلی ونسلم علی حبيبه ونجيبه وخيرته فی خلقه حافظ سرّه ومبلغ رسالاته،بشير رحمته ونذيرنقمته سيّدنا ونبيّنا ابی القاسم محمد(صلی الله عليه وآله وسلم) وعلی آله الاطيبين الاطهرين المنتجبين المعصومين المطهرين الهداة المهديين سيما بقيةالله فی الارضين وصلی اللّٰه علی ائمة المسلمين وحماة المستضعفين وهداة المومنين۔
عن رسو ل اللّٰه (صلی الله عليه وآله وسلم) انه قال: "حسين منی وانا من حسين" وعنه عليه وعلی آله السلام قال :ان الحسين مصباح الهدی وسفينة النجاة۔
آپ سبھی نماز گزار بہنوں اور بھائیوں کے ساتھ ہی ساتھ میں اپنی ذات سے بھی یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ تقویٰ و پرہیزگاری و گناہوں سے کنارہ کشی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی خوشنودی ہی ہم لوگوں کا مقصد حیات رہا ہے کیونکہ یہی وہ گران قدر چیز ہے جو کل قیامت کے دن اسوقت کام آنیوالی ہے جب ہماری جمع کی ہوئی دولت اور ہماری اپنی اولاد سے کوئی فائدہ نہ ہوگا "لا ينفع مال ولا بنون" صرف یہی نہیں بلکہ یہ وہ گرانقدر چیز ہے جو اس دنیوی

زندگی میں بھی ہم لوگوں کے لئے سعادت وکامیابی کا باعث ہوگی.

آج عاشورای حسینی کے موقع پر میں نے انقلاب حسینی کے بارے میں گفتگو کرنیکا ارادہ کیا ہے. حیرت انگیز بات ہے کہ ہماری زندگی کا ہر لحہ حسینؑ مظلوم کی یاد میں بسر ہوتا ہے اور عظیم تحریک کے بارے میں اب تک بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن انسان اس غم انگیز واقعہ کے بارے میں جتنا زیادہ غور و فکر کرتا ہے، فکر و بحث و تحقیق اور مطالعہ کا دامن اتنا ہی زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور ایک طویل المدت تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم و عجیب و عدیم المثال واقعہ کے بارے میں تحقیق و مطالعے کی بڑی گنجائش باقی ہے.

اگر غور سے دیکھا جائے تو مدینہ سے مکہ کی طرف روانگی سے لے کر میدان کربلا میں جام شہادت نوش کرنے تک امام حسینؑ نے چند مہینوں کی مختصر سی مدت کے دوران جس عظیم انقلاب کو جنم دیا ہے اس میں انسان سیکڑوں مفید و کار آمد درس حاصل کر سکتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس واقعہ میں ہزاروں درس موجود ہیں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کیونکہ ان کا ہر اشارہ ایک درس ہو سکتا ہے لیکن جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ واقعہ سیکڑوں مفید و کار آمد دروس کا حامل ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم غور و فکر سے کام لیں تو اس سے سیکڑوں عناوین و ابواب حاصل کیے جا سکتے ہیں اور ان میں سے ہر باب و عنوان ایک قوم، ایک تاریخ، ایک ملک کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنی تربیت، معاشرہ کی

تربیت و تنظیم اور قربت خداوندی حاصل کرنے کے لئے ایک درس ہے . یہی وجہ ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ مقدسین عالم کے درمیان مثل آفتاب درخشاں نظر آتے ہیں یعنی دنیا کے تمام انبیاء و اولیاء و آئمہ و شہداء اور صالحین پر نظر ڈالئے اگر یہ لوگ چاند اور ستاروں کی طرح ہیں تو حسینؑ مظلوم کی شخصیت مثل آفتاب درخشاں دکھائی دیتی ہے.

ان سیکڑوں دروس کا محور و مرکز ایک بنیادی درس ہے اور آج میں اسی ایک بنیادی درس کی وضاحت پیش کرنا چاہتا ہوں جو اس واقعہ کا اصلی متن ہے اور دیگر تمام درس حاشیہ کی حیثیت رکھتے ہیں.

وہ بنیادی درس یہ ہے کہ امام حسینؑ نے یہ انقلاب کیوں برپا کیا؟ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور یمن میں ان کے بے شمار چاہنے والے موجود تھے، وہیں چلے جاتے اور ایک گوشہ عافیت میں اس طرح زندگی بسر کرتے کہ نہ یزید سے ان کا کوئی سروکار ہوتا اور نہ یزید کو ان کی فکر ہوتی۔ اپنے چاہنے والوں کے درمیان پر سکون زندگی بسر کرنے، مشغول عبادت رہتے اور لوگوں کے درمیان تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے پھر آخر کیا وجہ تھی کہ حسینؑ مظلوم نے انقلاب برپا کیا؟ یہی وہ بنیادی سوال ہے جو واقعہ کربلا کا بنیادی درس بھی ہے. میں یہ نہیں کہتا کہ کسی نے اس موضوع پر اظہار خیال نہیں کیا بلکہ اس موضوع پر اب تک بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے اور آج میں ایک نئے انداز

سے اس کا تفصیلی تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں.
بعض لوگوں نے اپنی تحقیق کا نچوڑ یہ پیش کیا ہے کہ امام حسینؑ کے انقلاب کا مقصد فاسد یزیدی حکومت کی نابودی اور حقیقی اسلامی حکومت کی تشکیل تھا. محققین کی یہ بات ۵۰ فیصد درست ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بات غلط ہے اگر اس بات کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے تشکیل حکومت کے لئے اس انداز سے انقلاب برپا کیا تھا کہ دیکھیں اگر انسان کسی نتیجے پر نہیں پہونچ سکتا تو یہ کہدیں کہ چلو کوئی بات نہیں واپس چلتے ہیں جو شخص تشکیل حکومت کے ارادے سے قدم اٹھاتا ہے وہ اسی حد تک آگے بڑھتا ہے جس حد تک اسے کامیابی دکھائی دیتی ہے اور جیسے ہی اسے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہونے والی نہیں ہے وہ واپس لوٹ آنے کو اپنا فریضہ تصور کرتا ہے اگر حکومت کی تشکیل اس کا فریضہ ہے تو اسے اسی حد تک جانا چاہئے جہاں تک وہ کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ سکے ورنہ اسے واپس آجانا چاہئے پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حسینی انقلاب کا مقصد حقیقی علوی حکومت کی تشکیل ہے، تو کیا اس کی مراد یہی ہے ۔ نہیں، یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس حسینی تحریک کی مجموعی تصویر سامنے نہیں آتی ہے اور اس کی تفصیلی وضاحت آگے بیان کروں گا۔
دوسری طرف بعض علما نے اس کے بلکل برعکس بات کہی ہے وہ کہتے ہیں

نہیں جناب حکومت کیا چیز ہے ؟ حضرت کو معلوم تھا کہ حکومت کی تشکیل نہیں کی جا سکتی ہے بلکہ در حقیقت انہوں نے شہادت حاصل کرنے کے لئے انقلاب برپا کیا تھا یہ نظریہ ایک طویل مدت تک لوگوں کے درمیان قایم رہا اور علماء مختلف النوع شاعرانہ انداز سے اس نظریہ کو بیان کیا کرتے تھے قدرے مطالعہ سے پتہ چلا کہ ہمارے نامور علماء نے بھی یہ بات کہی ہے یہ کوئی نئی بات نہ تھی کہ حسینؑ مظلوم نے شہادت کی خاطر انقلاب برپا کیا تھا چونکہ بیٹھے رہنے سے کوئی کام نہیں چل سکتا تھا اسلئے انہوں نے کہا چلو شہید ہو کر کوئی کام انجام دے دیں در حقیقت ہمارے پاس جو شرعی اور اسلامی اسناد ومدارک موجود ہیں ان کی روشنی میں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے بلکہ روایات اور قرآنی آیات کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک مقدس مقصد کے لئے ،جو یا واجب ہے یا راجح ،آگے بڑھے اور اسی مقدس راہ میں اپنی جان نچھاور کر دے تو یہ صحیح اسلامی شہادت ہے لیکن آدمی محض قتل ہونے کے لئے آگے بڑھ جائے یا شاعرانہ انداز میں یہ کہا جائے کہ میں اپنے خون سے ظالم کے پیروں میں لغزش پیدا کر دوں گا ۔۔۔جی نہیں 'واقعہ کربلا کا ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور یہ بات اس واقعہ کی عظمت کیساتھ میل نہیں کھاتی مختصر لفظوں میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ مظلوم نے تشکیل حکومت کے

لئے انقلاب برپا کیا اور ان کا مقصد حکومت کی تشکیل تھا اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت (ص) نے فقط جام شہادت نوش کرنے کے لئے یہ انقلاب برپا کیا تھا بہر حال ان دونوں میں سے کوئی بھی چیز انقلاب حسینی کا مقصد نہ تھی بہر حال میرا خیال ہے کہ شہادت یا تشکیل حکومت کو حسینی انقلاب کا مقصد بتانے والے لوگوں نے در حقیقت مقصد اور نتیجے کو باہم مخلوط کر دیا ہے امام حسینؑ کے اس عظیم انقلاب کا مقصد کچھ اور تھا اور اس مقصد تک پہونچنے کے لئے ایک راہ و روش کا انتخاب کرنا لازمی تھا اور اس راہ پر چلنے میں دو میں سے ایک نتیجے پر پہنچنا لازمی تھا یا حکومت یا شہادت۔ البتہ حسینؑ مظلوم دونوں کے لئے آمادہ تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حکومت کی ابتدائی تیاریاں کر لی تھیں اور شہادت کے لئے دل و جان سے آمادہ ہو چکے تھے۔ مختصر لفظوں میں وہ اپنے اس عظیم انقلاب کے دوران دونوں میں سے کسی بھی نتیجے سے دوچار ہونے کے لئے ہمہ تن آمادہ تھے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی استقبال کرنے کے لئے اپنی بانہیں پھیلا رکھی تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز مقصد کا درجہ نہیں رکھتی تھیں بلکہ یہ دونوں ہی چیزیں نتیجہ ہیں اور ان کے عظیم انقلاب کا مقصد کچھ اور ہے

آخر وہ مقصد کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں عظیم حسینی انقلاب کی مقصد کی وضاحت ہم اس انداز میں کر سکتے ہیں کہ ان کا مقصد مذہبی واجبات میں سے

ایک ایسا عظیم واجب عمل انجام دینا تھا جو نہ پیغمبر اکرمؐ نے انجام دیا نہ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام نے انجام دیا تھا یہ ایک ایسا واجب عمل تھا جو اسلام کے عملی اور فکری نظام میں غیر معمولی اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے پھر بھی حسینؑ مظلوم کے زمانہ تک اس پر عمل نہیں کیا گیا تھا اور امام حسینؑ کو اس واجب عمل کو انجام دینا تھا تاکہ یہ پوری تاریخ کے لئے ایک درس بن جائے مثلاً پیغمبر اکرمؐ نے ایک حکومت تشکیل دی اور تشکیل حکومت پوری اسلامی تاریخ کے لئے ایک درس ہو گیا پیغمبر اکرمؐ نے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور یہ مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری تاریخ بشریت کے لئے ایک درس ہو گیا اسی طرح اس واجب کام کو امام حسینؑ کے ذریعے انجام پذیر ہونا تھا تاکہ یہ قیامت تک کے لئے فقط مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت کے لئے ایک درسِ عمل بن جائے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر امام حسینؑ ہی اس واجب عمل کو کیوں انجام دیں کیونکہ اس واجب عمل کے انجام دینے کے لئے انھیں کے دور میں زمین ہموار ہوئی اور اگر یہ زمین امام حسینؑ کے دور میں ہموار نہ ہوئی ہوتی تو مثلاً امام علی نقی علیہ السلام کے دور میں اس کی زمین ہموار ہوتی تو اس واجب عمل کو امام علی نقیؑ ہی انجام دیتے اور امام علی نقیؑ ہی تاریخ اسلام کے ذبح عظیم کی حیثیت اختیار کر لیتے۔

اور اسی طرح اگر یہ زمین امام حسین علیہ السلام کے دور میں ہموار ہوئی ہوتی تو

یقیناً امام حسنؑ اس واجب عمل کو انجام دیتے۔ اگر امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں اس واجب عمل کے انجام دینے کے لئے زمین سازگار ہوتی تو وہ اس کام کو انجام دیتے۔ مختصر لفظوں میں یہ سمجھ لیجئے کہ نہ امام حسینؑ سے قبل اس واجب عمل کی انجام دہی کے لئے زمین ہموار ہوئی اور نہ ان کے بعد دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں بلکہ فقط امام حسینؑ کے دور میں ہی اس واجب عمل کے لئے زمین ہموار ہوئی۔

پس حسینی انقلاب کا مقصد ایک ایسے واجب عمل کا انجام دینا تھا جو فقط انھیں کے دور میں انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ اور اس واجب عمل کی انجام دہی کے دوران انھیں دو میں سے ایک نتیجے سے ہمکنار ہونا تھا۔ اس کا ایک نتیجہ حکومت و اقتدار کا حصول تھا جس کے لئے امام حسینؑ پوری طرح آمادہ تھے اگر انھیں اقتدار حاصل ہو جاتا تو وہ اس کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑتے اور پیغمبر (ص) و امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی طرح معاشرہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں رکھتے۔ دوسری طرف اس واجب عمل انجام دینے میں یہ ممکن تھا کہ انھیں اقتدار حاصل نہ ہو بلکہ انھیں شہادت سے ہم آغوش ہونا پڑے تو حسینؑ مظلوم اس نتیجے سے ہم آغوش ہونے کے لئے بھی آمادہ تھے ۔ خداوند عالم نے امام حسینؑ اور دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کو ایسی غیر معمولی صفت کا حامل بنا کر خلق کیا تھا کہ وہ شہادت کے بوجھ کو اٹھا سکیں چنانچہ

انہوں نے عظیم شہادت کے بوجھ کو تحمل کیا یہاں تک کہ مصائب کربلا کی داستان ایک عظیم داستان کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں اپنی بات کو اور زیادہ واضح لفظوں میں بیان کروں تو بہتر ہو گا۔ پیغمبر اکرم(ص) یا کوئی دوسرا پیغمبر جب اس دنیا میں آتا ہے تو اپنے ساتھ احکام کا ایک مجموعہ بھی لاتا ہے اور ان احکام میں بعض انفرادی ہیں جن کے ذریعے انسان خود اپنی اصلاح کر سکتا ہے اور بعض اجتماعی حیثیت کے حامل ہیں جن کے ذریعہ انسانی دنیا اور انسانی زندگی کی اصلاح کی جاتی ہے اور انسانی اجتماعات کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ احکام کا ایک مجموعہ ہے جس کو اسلامی نظام کہتے ہیں اسلام پیغمبر اکرم(ص) کے قلب مقدس پر نازل ہوا اور اپنے ساتھ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، احکام خانوادہ اور ذاتی تعلقات پر مبنی احکام لے آیا۔ اسکے بعد جہاد فی سبیل اللہ، تشکیل حکومت اسلامی، اسلامی اقتصاد، حاکم اور عوام کے درمیان تعلقات اور حکومت کے سلسلے میں عوام کے فرائض جیسے احکام لے آیا اسلام نے اس مجموعۂ احکام کو دنیائے بشریت کے سامنے پیش کیا اور پیغمبر اکرم(ص) نے لوگوں کو ان احکام سے باخبر کیا "مامن شی الا وقد عبرتکم به" پیغمبر اکرم(ص) نے وہ تمام باتیں بیان کر دیں جو ایک انسان یا ایک انسانی معاشرہ کے لئے سود مند ہو سکتی ہیں۔ پیغمبر اکرم(ص) نے یہ تمام باتیں فقط زبان سے بیان نہیں کیں بلکہ ان پر عمل کر کے بھی دکھایا اور

پیغمبر (ص) کے زمانے میں اسلامی حکومت کی تشکیل عمل میں آگئی، اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں آگیا۔ اسلامی اقتصاد کی ترویج ہو گئی، اسلامی جہاد برپا ہو گیا۔ اسلامی زکوٰۃ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس طرح ایک اسلامی نظام اور اسلامی ملک کی تشکیل ہو گئی اور اس نظام کے انجینیر خود پیغمبر اکرم (ص) ہیں یا وہ مخلص جوان کا جانشین ہے اس گاڑی کی رہنمائی اور اسکو صحیح راہ پر قائم رکھنا پیغمبر اکرم (ص) اور ان کے جانشین کی ذمہ داری ہے۔ راستہ بھی بالکل صاف اور واضح ہے اور اسلامی معاشرہ کو چاہئے کہ وہ اس راہ پر گامزن رہے اور اگر لوگ انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے اس راہ پر آگے بڑھتے رہے تو یقیناً منزل کمال تک پہنچ جائیں گے۔ یہ راہ انسان کو صالح اور فرشتہ صفت بنادیتی ہے، لوگوں کے درمیان ظلم وناانصافی باقی نہیں رہنے دیتی اور ہر قسم کی خرابی اور برائی کو نیست ونابود کر دیتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس راہ کی پیروی سے اختلافات ختم ہو جاتے ہیں اور فقر وجہالت باقی نہیں رہ جاتی اور انسان ہر قسم کی بدنصیبی سے نکل کر اپنے پروردگار اور خالق ومالک کا بندۂ کامل بن جاتا ہے اسلام اس نظام کو اپنے پیغمبر (ص) کے ذریعہ اس دنیا میں لایا اور مدینہ نامی جگہ پر اس دور کے انسانی معاشرہ کے درمیان اسکو پوری طرح رائج کیا اور اسکے بعد یہ مقدس نظام مکہ اور دیگر شہروں میں پھیل گیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر کی چلائی ہوئی اس گاڑی کو اگر کوئی شخص یا کوئی حادثہ پٹری سے نیچے اتار

دینا چاہتا ہے تو اس وقت ہمارا فریضہ کیا ہے ؟اگر اسلامی معاشرہ منحرف ہو گیا ہو اور اگر یہ انحراف اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ اسلام اور اسلامی معارف کے انحراف کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ انحراف کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ لوگ فاسد ہو جاتے ہیں اور یہ اکثر اوقات ہوتا ہے لیکن لوگوں کے انحراف کی وجہ سے اسلامی احکام میں انحراف نہیں پیدا ہوتا لیکن انحراف کی دوسری قسم وہ ہے جس میں عوام فاسد ہو جاتے ہیں، حکومتیں فاسد ہو جاتی ہیں، علماء بھی فاسد ہو جاتے ہیں اور خطباء وواعظین میں بھی فساد پیدا ہو جاتا ہے اور فاسد لوگوں کے ذریعہ صحیح دین کی تبلیغ واشاعت کی امید نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ لوگ قرآن کی تحریف کرتے ہیں، حقائق میں الٹ پھیر اور تحریف کرتے ہیں، اچھی باتوں کو بری بتاتے ہیں اور بری باتوں کو اچھا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ناپسندیدہ باتوں کو پسندیدہ اور پسندیدہ باتوں کو ناپسندیدہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور اسلام نے راہ حق کی جو پٹری تیار کی ہے اسکو مخالف سمت میں ۱۸۰ درجہ گھما دیتے ہیں۔ پس اگر اسلامی معاشرہ کے سامنے انحراف کی یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو ہمارا فریضہ کیا ہے ؟

پیغمبر اکرمؐ نے یقیناً ارشاد فرمایا تھا کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو ہمارا فریضہ کیا ہے: "من یرتد منکم عن دینه فسوف یؤتی الله بقوم یحبّهم ویحبونه ..." اس کے علاوہ بھی دیگر آیات وروایات میں بھی اس

بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ امام حسینؑ نے پیغمبرؐ کی یہ روایت لوگوں کے سامنے پیش کی یہ سچ ہے کہ یہ بات پیغمبرؐ نے کہی تھی لیکن کیا پیغمبرؐ اس حکم الٰہی پر خود عمل کر سکتے تھے ۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ یہ حکم اسی وقت قابل عمل ہے جب پورا اسلامی معاشرہ انحراف اور بے راہ روی کا شکار ہو گیا ہو اگر پورا سماج منحرف ہو گیا ہو تو اس حکم الٰہی کو نافذ کیا جا سکتا ہے جب اسلامی معاشروں میں فساد و انحراف کا بول بالا دکھائی دے اس وقت ہم لوگوں کا فریضہ کیا ہونا چاہئے۔ یہ بات خداوند عالم نے ہمیں پہلے سے بتا رکھی ہے واضح رہے کہ خداوند عالم نے ہر طرح کی صورتِ حال کے لئے ہمارے فرائض کا تعین پہلے سے کر رکھا ہے اور پیغمبرؐ کے ارشادات بھی ہماری ہدایت و رہنمائی کرتے ہیں لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ پیغمبر بذات خود اس حکم الٰہی پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ اس حکم کے نفاذ کے لئے پورے معاشرہ کا انحراف سے دوچار ہونا لازمی ہے اور پیغمبرؐ کے دور میں معاشرہ منحرف نہیں ہوا اسی طرح مولائے متقیان حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے دور میں بھی اسلامی معاشرہ اس حد تک منحرف نہیں ہوا تھا کہ اس حکم الٰہی پر عمل کیا جائے اور امام حسینؑ کے زمانے میں بھی صورت حال ایسی نہیں تھی کہ اس حکم کا نفاذ کیا جا سکے اگرچہ امام حسینؑ کے زمانے میں حکومت کی باگ ڈور معاویہ کے ہاتھ میں تھی اور معاشرہ میں انحراف کی بے شمار علامتیں دکھائی دینے لگی تھیں

لیکن انحراف اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ اسلام کی مکمل تبدیلی کا خطرہ پیدا ہو جائے لیکن اس وقت اس الٰہی حکم کے نفاذ کا موقع نہ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ اس زمانے میں اس حکم کے نفاذ کے لئے مناسب موقع نہیں تھا یہ حکم مجموعہ احکام اسلامی میں سے ایک ہے اور اس کی اہمیت کسی حکومت سے کم نہیں ہے کیونکہ حکومت کا مطلب ہے معاشرہ پر کنٹرول و قابو برقرار رکھنا لیکن اگر معاشرہ آہستہ آہستہ اپنی راہ سے دور ہٹتا چلا گیا ہو تو خداوند عالم کا حکم بھی تبدیل ہو جائیگا اگر ہم لوگوں کے پاس حالات کی تبدیلی' تجدید حیات اور عصری اصطلاح میں انقلاب کا حکم نہ ہو اور ہمارے لئے تجدید حیات کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر ایسے حالات میں جبکہ معاشرہ فاسد و منحرف ہو گیا ہو اس اسلامی حکومت سے ہم لوگوں کو کیا فائدہ پہونچے گا اور یہ حکومت ہمارے کس کام کی ہو گی۔

پس فاسد اور منحرف معاشرہ کو حقیقی راہ پر لانے والا یہ حکم الٰہی ،اسلامی حکومت کے حکم سے کم نہیں ہے بلکہ یہ حکم، حکم حکومت جیسی اہمیت کا حامل ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس حکم کی اہمیت اسلامی معاشرہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے زیادہ ہے اور یہ کہنا بھی درست ہو گا کہ یہ حکم عظیم الٰہی عبادات اور حج سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر

کیوں ؟ کیونکہ یہ حکم در حقیقت اسلام کو زندہ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس کو فنا دنابودی تک نہیں پہونچنے دیتا۔اب یہ دیکھنا ہے کہ اس حکم الٰہی کا نفاذ کون کرے ؟ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ کے جانشینوں میں سے کسی ایک کو اس حکم الٰہی کی پیروی کرنی ہے اور پیغمبرؐ کے اس جانشین کا اس دور میں ہونا لازمی ہے جب کہ اسلامی معاشرہ پوری طرح انحراف کا شکار ہو چکا ہو اور اس حکم کے نفاذ کے لئے موقع بھی مناسب ہو کیونکہ خداوند عالم نے ایسا کوئی فریضہ معین نہیں کیا جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اگر موقع مناسب نہ ہو تو کوئی بھی کام کرنا فائدہ مند نہیں ہے اور نہ ہی اس کام کا کوئی اثر دکھائی دیتا ہے پس موقع کا مناسب ہونا لازمی ہے البتہ موقع کے مناسب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ چونکہ اس کام میں خطرہ ہے اسلئے موقع مناسب نہیں ہے۔دراصل موقع کے مناسب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ جانتا ہو کہ اگر اس وقت اس نے یہ کام انجام دیا تو اس کا اثر ہونا لازمی اور یقینی ہے یعنی وہ لوگوں تک جو پیغام پہونچانا چاہتا ہے وہ پہنچ جائے گا۔اور لوگوں کو حق و حقیقت کا اندازہ ہو جائے گا۔اور وہ گمراہی میں نہ پڑے رہیں گے یہ وہ فریضۂ الٰہی ہے جسکو بہر حال ایک آدمی کو انجام دینا ہے۔اب امام حسینؑ کے دور میں اسلامی معاشرے کے درمیان وہ انحراف پیدا ہو چکا ہے اور موقع بھی مناسب ہے لہٰذا انہیں اسلامی معاشرہ کو اسکی حقیقی راہ پر واپس لانے کے لئے

بہر حال انقلاب برپا کرتا ہے۔

یہ وہ دور ہے جب اسلامی معاشرہ میں انحراف کا بول بالا ہو چکا ہے کیونکہ معاویہ کے بعد حکومت کی باگ ڈور ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں آگئی ہے جو اسلام کے ظاہری اصولوں کی پیروی بھی نہیں کرتا ہے۔ اعلانیہ شراب پیتا ہے، اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے، جنسی فساد کو اعلانیہ فروغ دیتا ہے، قرآن کے خلاف بولتا ہے قرآن اور دین مذہب سب کے خلاف شعر کہتا ہے، دین اسلام کی اعلانیہ مخالفت کرتا ہے، چونکہ اس کے نام کے ساتھ مسلمانوں کا سردار لقب جڑا ہوا ہے اسی وجہ سے وہ اسلام سے کھلم کھلا انتقاد نہیں کرتا ہے۔ لیکن اسلام پر عمل بھی نہیں کرتا ہے۔ اسکے دل میں اسلام سے ہمدردی کا جذبہ نہیں ہے بلکہ اسکے اعمال کا گندہ نالا لبریز ہو چکا ہے۔ اور گندگی چاروں طرف پھیل رہی ہے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسکا وجود گندہ نالا بن چکا ہے اور عنقریب اسلامی معاشرہ اس گندے نالے میں غرق ہونے والا ہے۔ وہ ہر اعتبار سے ایک فاسد حاکم ہے چونکہ حاکم معاشرہ میں سب سے اونچی جگہ رکھتا ہے لہٰذا اس سے جو گندگی ٹپکتی ہے وہ اسی جگہ نہیں رہا کرتی بلکہ وہ ہر طرف پھیل جاتی ہے اسکی گندگی عام آدمیوں کی طرح خود اسکی ذات تک ہی محدود نہیں رہا کرتی بلکہ اعلیٰ عہدہ و مقام والے کو چونکہ سماج میں بھی اونچا مقام حاصل ہوا کرتا ہے لہٰذا اگر اس میں فساد اور گندگی پیدا ہو گئی تو اس کا

نقصان زیادہ ہوا کرتا ہے جبکہ عام آدمیوں کی خرابی انفرادی حیثیت کی حامل ہوا کرتی ہے اور اگر بڑھتی بھی ہے تو صرف اس کے ارد گرد کے لوگوں تک ہی پہنچ پاتی ہے لیکن جو شخص سب سے اونچے عہدے کا حامل ہے اگر وہ فاسد ہو گیا تو اس کی برائی و گندگی پورے ماحول کو گندہ کر دیتی ہے اور اگر حاکم یا سردار صالح آدمی ہے تو اس کی نیکی بھی پورے ماحول میں نیکی کی ترویج و مقبولیت کا باعث ہوا کرتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ معاویہ کے بعد ایسا ہی فاسد آدمی مسلمانوں کا خلیفہ بن گیا ہے اور اپنے آپ کو پیغمبر (ص) کا جانشیں کہتا ہے ظاہر ہے کہ اس سے بڑا انحراف اور کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حکم الہی کے نفاذ کے لئے موقع بھی مناسب ہے اس مناسب موقع سے کیا مراد ہے؟ کیا اس وقت اس حکم کے نفاذ کے سلسلے میں کوئی خطرہ نہیں ہے؟ کیوں نہیں، خطرہ تو بہر حال ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص جو اقتدار کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے، وہ اپنے مخالفین کے لئے کوئی خطرہ نہ پیدا کرے۔ جی نہیں! خطرہ بھی ہے اور جنگ بھی ہے. آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے اقتدار کو ختم کر دیں اور وہ شاہی تخت سے نیچے آجائے. تو کیا وہ آسانی اور خاموشی سے اقتدار کی گدی کو چھوڑ کر آپ لوگوں کو دیکھتا رہے گا نہیں بلکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ وہ بھی آپ کو زبردست نقصان پہونچانے کی کوشش کرے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خطرہ تو ہے لیکن جب ہم موقع کے

مناسب ہونے کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی فضا ایسی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ کا پیغام عوام الناس تک پہنچ جائے اور تاریخ اس پیغام کو اپنے دامن میں اس طرح محفوظ کر لے کہ آنے والی انسانی نسلیں بھی اس پیغام سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

اگر معاویہ کے دور حکومت میں امام حسینؑ انقلاب برپا کرنا چاہتے تو ان کا پیغام دفن ہو جاتا کیونکہ معاویہ کے دور میں حکومت کی نوعیت ہی کچھ ایسی تھی کہ اس کا تفصیلی ذکر سر دست ممکن نہیں ہے۔

سیاسی سازباز کچھ اس نوعیت کی تھی کہ لوگ حق بات حقانیت کو نہیں سن سکتے تھے چنانچہ امام حسینؑ نے اپنی امامت کے دس سال معاویہ کی حکومت کے زمانے میں گزارے لیکن کچھ نہیں کہا اور کوئی اقدام نہیں کیا اور نہ ہی کوئی انقلاب برپا کیا۔ کیونکہ اس وقت موقع مناسب نہیں تھا اور حالات سازگار نہیں تھے۔ ان سے پہلے امام حسنؑ تھے لیکن انھوں نے بھی کوئی انقلاب برپا نہیں کیا کیونکہ حالات سازگار نہیں تھے ایسا نہیں تھا کہ امام حسنؑ انقلاب برپا نہیں کر سکتے تھے بلکہ حالات اور ماحول کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

امام حسینؑ، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے البتہ چونکہ امام حسینؑ نے یہ عظیم جہاد کیا ہے اسی لئے ان کا مرتبہ ان لوگوں

سے بہر حال بلند ہے جنہیں یہ کارنامہ انجام دینے کا موقع نہیں ملا۔

لیکن جہاں تک مرتبہ امامت کا سوال ہے یہ سبھی آئمہ برابر ہیں اور اگر دیگر آئمہ کے سامنے ایسے حالات پیدا ہوئے ہوتے تو یقیناً وہ لوگ بھی وہی کرتے جو امام حسینؑ نے کیا۔ چونکہ امام حسینؑ کے زمانے میں انحراف اپنی آخری منزل تک پہنچ چکا تھا لہٰذا انہیں بہر حال لازمی طور پر اس فریضہ الٰہی کو انجام دینا ہے اور حالات بھی مناسب ہیں کسی قسم کا کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عبداللہ ابن جعفر، محمد بن حنفیہ، اور عبداللہ بن عباس جیسے دین شناس، عارف عالم اور معاملہ فہم لوگ امام حسینؑ سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ مت جائیے، خطرہ ہے تو دراصل وہ لوگ یہ کہنا چاہتے تھے کہ اس فریضہ کی راہ میں خطرہ ہونے کی وجہ سے اگر اس فریضہ کو انجام نہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ایسا فریضہ نہیں ہے کہ خطرہ کی وجہ سے اس کو انجام نہ دیا جائے بلکہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ اسکی راہ میں ہمیشہ خطرہ رہے گا آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے دور کی بظاہر بڑی طاقت کے خلاف انقلاب برپا کرے اور اس کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ یہ فریضہ گوناگوں خطرات کا حامل ہے۔ مثال کے طور پر دور حاضر میں بھی لوگ امام خمینیؒ سے یہ کہا کرتے تھے کہ آپ نے بادشاہ وقت

سے مقابلے کی ٹھان رکھی ہے اور یہ بڑا خطرناک کام ہے۔ کیا امام خمینیؒ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ جو کام وہ کرنے جارہے ہیں وہ ایک خطرناک کام ہے۔ کیا انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ پہلوی حکومت کی سلامتی تنظیم کے لوگ مخالفین کو اٹھالے جاتے ہیں، انہیں قتل کردیتے ہیں، طرح طرح کی اذیت پہنچاتے ہیں، انتہائی ظالمانہ انداز سے موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے ہیں یا پھر جلاوطن کردیتے ہیں۔ کیا امام خمینیؒ کو یہ نہیں معلوم تھا؟ نہیں وہ ان باتوں سے بخوبی واقف تھے۔ بہر حال امام حسینؑ کے زمانے میں جو کام انجام پایا تھا اسکا ایک معمولی و ناچیز حصہ امام خمینیؒ کے زمانے میں رونما ہوا لیکن امام حسینؑ کے زمانے میں اس الٰہی حکم کی تعمیل کا نتیجہ شہادت کی شکل میں رونما ہوا۔ اور ہمارے قائد و رہبر و امام کے زمانے میں اس کا نتیجہ حکومت کی شکل میں سامنے آیا۔ البتہ امام خمینیؒ کا مقصد مقصدِ حسینی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

پس انقلاب حسینی کا مقصد تھا اسلام اور اسلامی معاشرہ کو صحیح راہ پر واپس لانا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب؟ اس وقت جب راستہ بدل گیا ہے اور کچھ لوگوں کی جہالت و خیانت اور ان کے ظلم و استبداد نے مسلمانوں کو ان کی حقیقی راہ سے پوری طرح سے منحرف کردیا ہے انقلاب کی زمین بھی ہموار ہے اور حالات بھی سازگار ہیں البتہ تاریخ کے دوران وقت کے اعتبار سے حالات اور صورتحال میں تبدیلی ایک یقینی امر ہے کبھی حالات سازگار ہوا کرتے ہیں اور

کبھی سازگار نہیں ہوتے ہیں۔امام حسینؑ کے زمانے میں انقلاب کے لئے حالات سازگار تھے۔ہم لوگوں کے زمانے میں بھی حالات سازگار تھے اور امام خمینیؒ نے وہی کام کیا اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مقصد ایک تھا جب انسان مقصد کی راہ میں آگے قدم بڑھاتا ہے اور انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے اور باطل حکومت کے خلاف انقلابی سرگرمیاں شروع کرتا ہے تاکہ وہ اسلام اور اسلامی معاشرہ کو اس کی حقیقی اور صحیح راہ پر واپس لا سکے تو وہ ایسے وقت میں قیام کرتا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ حکومت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔یہ اس انقلاب کی ایک شکل ہے۔

ہم لوگوں کے زمانے میں خداوند عالم کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا اور ہمارے انقلاب نے حکومت حاصل کر لی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انقلاب حکومت حاصل نہیں کر پاتا ہے بلکہ اسے شہادت حاصل ہوتی ہے۔کیا ایسی صورت میں انقلاب برپا کرنا واجب نہیں ہے ؟کیوں نہیں، حصول شہادت کی صورت میں بھی یہ انقلاب واجب ہے۔

کیا حصول شہادت والے حالات میں انقلاب بے سود ہوا کرتا ہے ؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ یہ تحریک وانقلاب دونوں ہی صورت میں مفید ہے چاہے اس کا انجام حصولِ حکومت ہو یا حصولِ شہادت۔دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے،دونوں کا فائدہ ایک جیسا ہے دونوں ہی صورتوں میں بہرحال

انقلاب برپا کیا جاتا ہے اور یہ ایسا کام تھا کہ امام حسینؑ نے انجام دیا۔ ان سے قبل یہ کام انجام نہیں پایا تھا کیونکہ ان سے قبل اس کام کی زمین ہموار نہیں ہوئی تھی۔ پیغمبر اکرمؐ اور امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے دور میں اسلامی معاشرہ میں اس درجہ انحراف نہیں پیدا ہوا تھا اور اگر انحراف تھا بھی تو حالات سازگار اور زمین ہموار نہ تھی اور امام حسینؑ کے زمانے میں دونوں چیزیں موجود تھیں۔ پس حسینی انقلاب کے سلسلے میں ان ہی بنیادی چیزوں کو نگاہ میں رکھنا لازمی ہے۔

اس بات کو مختصر لفظوں میں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ نے اس عظیم واجب کام کو انجام دینے کے لئے انقلاب برپا کیا۔ جس کا مقصد اسلامی نظام اور اسلامی معاشرہ کی بنیادوں کی تجدید تھی اور انھوں نے اسلامی معاشرہ میں پھیلے ہوئے انحرافات کی نابودی کے لئے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ یہ ایک عظیم انقلاب اور ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے بلکہ یہ بذاتِ خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سب سے بڑا مصداق ہے البتہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ کبھی اس عظیم کام کے نتیجے میں حکومت حاصل ہوتی ہے اور امام حسینؑ اس کام کے لئے پوری طرح آمادہ تھے اور کبھی اس کا انجام شہادت ہوا کرتا ہے اب اس بات کی دلیل پیش کرنا لازمی ہے میں نے اپنی بات کے اثبات کے لئے خود حسینؑ مظلوم کے بعض ارشادات کا انتخاب

کیا ہے۔ اگرچہ اس انتخاب کے علاوہ اور بھی ارشادات موجود ہیں لیکن معنی اور مفہوم میں یکسانیت کی وجہ سے درج ذیل بیانات پر ہی اکتفا کی ہے۔

سب سے پہلے مدینہ میں، جب رات کے سناٹے میں حاکم مدینہ ولید نے امام حسینؑ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا کہ معاویہ کی وفات ہو چکی ہے آپ یزید کی بیعت کر لیجیے۔

حضرت نے ولید سے کہا کہ ٹھیک ہے، صبح کو دیکھا جائے گا "تنظرو تنظرون اینا حق بالخلافه" یعنی ہم غور و فکر کرتے ہیں کہ ہمیں خلیفہ ہونا چاہیے یا یزید کو خلیفہ بننا چاہیے۔

دوسرے دن مروان نے حضرت کو مدینہ کی ایک گلی میں دیکھا تو کہنے لگا اے، ابا عبداللہ! تم اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔ آخر تم خلیفہ کی بیعت کیوں نہیں کرتے۔ آؤ بیعت کر لو اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور مصائب و پریشانیاں مت کھڑی کرو۔ حضرت نے مروان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "انا لله وانا اليه راجعون وعلى الاسلام السلام اذقد بليت الا مة براع مثل يزيد" "جب یزید جیسا حاکم اقتدار و حکومت حاصل کرلے تو پھر اسلام کو خدا حافظ کہہ دینا چاہیے یعنی اسلام کا یزید جیسے آدمی کے ہاتھوں میں پڑ جانا اس کی نابودی کے برابر ہے لہٰذا ہم لوگوں کو اسلام پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے" واضح رہے کہ حسینؑ مظلوم نے یہ بات فقط یزید ابن معاویہ

ہی تک محدود نہیں رکھی بلکہ اسکا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں وہ سبھی لوگ شامل ہیں جو اپنے کردار سے یزیدی صفات کی نشاندہی کرتے ہیں حسینؑ مظلوم در حقیقت یہ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں کہ ابتک جو کچھ بھی تھا وہ قابل تحمل تھا لیکن اب اصل اسلام، بنیاد اسلام، اور اسلامی نظام کا مسئلہ ہے جو یزید جیسے شخص کی حکومت کے زمانے میں پوری طرح نیست ونابود ہو جائے گا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انحراف کا خطرہ واقعی ایسا خطرہ ہے جو اسلام کو صفحۂ ہستی سے پوری طرح نابود کردے گا یعنی اس وقت اسلام کی بنیاد کو خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ مدینہ سے باہر نکلتے وقت امام حسینؑ نے جو وصیت کی اسمیں بھی اپنے موقف کی بھرپور وضاحت کر دی تھی۔واضح رہے کہ مدینہ سے چلتے وقت اور مکہ میں قیام کے دوران امامؑ مظلوم نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے تادیر گفتگو فرمائی۔ میری نظر میں امام نے یہ وصیت مکہ چھوڑتے وقت کی تھی کیونکہ محمد بن حنفیہ بھی حج کے موقع پر مکہ تشریف لائے تھے اور امامؑ نے ان سے تادیر گفتگو فرمائی تھی اور ایک نوشتہ بھی اپنے بھائی کے سپرد کیا تھا اور یہ نوشتہ ہی ان کی وصیت تھی۔

اس وصیت نامہ میں خداوند عالم کی حمد و ثنا اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کے بعد حسینؑ مظلوم فرماتے ہیں

"وانی ماخرجت اشراولا بطراولا ظالماً ولا مفسدا" یعنی لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور پروپیگنڈہ کرنے والے یہ پروپیگنڈہ نہ کریں کہ امام حسینؑ نے بھی ان لوگوں کی طرح سے جو حصول اقتدار، خودنمائی، عیش پرستی اور دیگر فاسد خواہشات کی تکمیل کے لئے ادھر ادھر بغاوت کرتے پھرتے ہیں حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے میرا یہ عمل ان لوگوں کی بغاوت جیسا ہرگز نہیں ہے۔

"بل انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی" بلکہ میرے اس کام کا مقصد اپنے جد کی امت کی اصلاح ہے یہ وہی واجب عمل ہے جو امام حسینؑ سے قبل انجام نہیں پایا اور یہ کام خروج یعنی انقلاب کے ذریعہ انجام دیا جارہا ہے۔

اس وصیت نامہ میں حسینؑ مظلوم نے اس بات کی بھرپور وضاحت کر دی ہے کہ ہم انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے اس انقلاب کا مقصد امت کی اصلاح ہے ایسا نہیں ہے کہ ہم حتمی طور پر حکومت حاصل کرلیں اور نہ ہی ہم حتمی طور پر شہادت سے ہم آغوش ہونا چاہتے ہیں بلکہ ہمارا مقصد تو اپنے جد بزرگوار کی امت کی اصلاح ہے۔

البتہ اصلاح کوئی چھوٹا اور معمولی کام نہیں ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حالات سازگار ہونے کی وجہ سے انسان کو حکومت حاصل ہو جاتی ہے اور اقتدار کی

باگ ڈور اس کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اور کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے کہ اسے شہادت سے ہم آغوش ہو جانا پڑتا ہے دونوں ہی صورت میں انقلاب کا مقصد امت کی اصلاح ہے۔ اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے ہیں "اریدان امر بالمعروف وانہی عن المنکر واسیر بسیرۃ جدی "اور اس اصلاح کا طریقۂ کار یہ ہے اور ہم نے جو عرض کیا ہے کہ حسینؑ مظلوم کا یہ کارنامہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بہترین مصداق ہے، یہ بھی ایک دوسرا بیان ہے۔

مکہ میں اپنے مختصر قیام کے دوران حسینؑ مظلوم نے بصرہ اور کوفہ کے سرداروں کے نام دو خط لکھے تھے بصرہ کے سرداروں کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب میں آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں وقد بعثت رسولی الیکم بھذ الکتاب وانا ادعوکم الی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ فان السنہ قد امیتت و البدعۃ قد احییت فان تسمعوا قولی اھدیکم الی سبیل الرشاد "یعنی میں بدعت کو پوری طرح نابود کر ڈالوں گا اور سنت کا احیاء کر دوں گا کیونکہ لوگوں نے سنت کو دور ہٹا دیا ہے اور بدعت کو زندہ اور رائج کر دیا ہے اگر آپ لوگ میری پیروی کریں تو سچا راستہ میرے ساتھ ہے یعنی میں اسلام، اسلامی نظام اور سنت پیغمبر (ص) کا احیاء کرنا چاہتا ہوں اور یہ کام عظیم الٰہی فریضہ ہے۔

اسکے بعد اہل کوفہ کے نام اپنے خط میں حسینؑ مظلوم تحریر فرماتے ہیں

"فلعمری ماالامام الاالعامل بالکتاب والاخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسه علی ذات الله والسلام" اسلامی معاشرہ کا امام و قائد پیشوا ایسا آدمی نہیں ہو سکتا ہے جس میں فسق و فجور و خیانت و فساد اور خداوند عالم سے دوری و علیحدگی جیسے عیوب پائے جاتے ہوں۔

بلکہ اس قیادت اور امامت کا فریضہ وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو کتاب خداوندی پر عمل کرے یعنی سماج میں کتاب خدا پر عمل کی ترویج کرے، یہ نہیں کہ خلوت میں بیٹھ کر نمازیں پڑھتا رہے بلکہ معاشرہ میں عدل و انصاف قائم کرے اور حق کو معاشرہ کا قانون قرار دے یعنی معاشرہ کے دین و آئین اور اصول و قوانین کو مبنی بر حق قرار دے اور باطل کو علیحدہ چھوڑ دے اس کے آگے لکھتے ہیں "والحابس نفسه علی ذات الله" بظاہر اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ امام و قائد و پیشوا کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں اپنے آپ کو راہِ مستقیم الٰہی پر قائم رکھے اور شیطانی اور مادی خواہشات کا اسیر نہ ہو والسلام۔

وہ شہر مکہ سے باہر نکلتے ہیں اور راستے میں مختلف مقامات پر قیام کے دوران لوگوں سے مختلف النوع طرز میں خطاب فرماتے ہیں "بیرہ" نامی مقام پر 'حر بن یزید' کی موجودگی میں امام مظلوم، فوج دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "ایها الناس ان رسو ل الله (ص) قال من رای سلطانا جائرامستحلا لحرم الله ناکثاً لعهدالله مخالفاً لسنة

رسو ل الله ولم يغير عليه بقول يعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم يغير عليه بقول او فعل كان حقاً علی الله ا ن يد خله مدخله "یعنی اگر کوئی شخص دیکھے کہ اسلامی معاشرہ کی حکومت وسربراہی ایسے آدمی کے ہاتھوں میں ہے جو ظلم کرتا ہے، حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام قرار دیتا ہے، حکم خداوندی کی طرف سے لاپرواہی کرتے ہوئے اس پر عمل نہیں کرتا ہے اور نہ دوسرے لوگوں کو حکم الٰہی کی پیروی کی طرف راغب کرتا ہے، لوگوں کے ساتھ عداوت ودشمنی کا برتاؤ کرتا ہے لوگوں کے درمیان اعلانیہ گناہ کرتا ہے تو وہ فاسد وفاسق وظالم ہے یعنی یزید ایک فاسد وفاسق وظالم حکمراں کا پوری طرح مصداق تھا اور پیغمبر (ص) کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت میں اگر کوئی شخص اسلامی معاشرہ میں ایسا حاکم دیکھے "ولم يغير عليه قول ولا فعل "اور وہ اپنی زبان واپنے عمل سے اسکے خلاف کوئی اقدام نہ کرے تو۔كان حقا علی الله يد خله مد خله "خداوند عالم اس ساکت وبے عمل آدمی کو بھی قیامت کے دن اسی ظالم حکمراں جیسی سزا دیگا۔

یعنی ظالم حکمراں اور اس کے ظلم پر سکوت اختیار کرنے والوں کو ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا یہ بات ہمارے اور آپ کے پیغمبر (ص) نے کہی ہے اس طرح انہوں نے ہم لوگوں پر یہ بات پوری طرح واضح کردی تھی کہ

اگر اسلامی نظام انحراف کا شکار ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے اور امام حسینؑ نے پیغبر (ص) کے اس حکم کی پیروی میں ہی اتنا بڑا اقدام اٹھانے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں فرمائی۔

پس ہم لوگوں کا فریضہ کیا ہے؟ ہمارا فریضہ اپنے قول و عمل سے ایسے حکمراں کی مخالفت ہے اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے اور حالات بھی سازگار ہوں تو یہ بات واجب ہے کہ ہم ایسے حکمراں کے خلاف انقلاب برپا کریں اور ہر ممکن اقدام کریں چاہے اسکا انجام کچھ بھی ہو، کامیابی حاصل ہو یا ناکامی قتل ہو جائیں یا زندہ رہیں، ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ ایسے انحرافی ماحول کے خلاف انقلاب برپا کرے اور آگے قدم بڑھائے۔ یہ وہ فریضہ ہے جس کا حکم پیغبر (ص) نے دیا ہے۔

اس کے بعد امام حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں "وانااحق من غیر" یعنی مسلمانوں کے درمیان میں اس انقلاب واقدام کے لئے سب سے بہتر ہوں اگر پیغبر اکرم (ص) نے ہر مسلمان پر یہ فریضہ واجب قرار دیا ہے تو پیغبر (ص) کے علم و حکمت کا وارث حسینؑ بن علیؑ پر یہ فریضہ دوسروں سے زیادہ واجب ہے اور اسی وجہ سے میں نے یہ انقلاب برپا کیا ہے اسطرح حسینؑ مظلوم نے اپنے انقلاب کا سبب خود ہی بیان کر دیا کہ میرے انقلاب واقدام کا مقصد منحرف حالات کی تبدیلی واصلاح ہے "غدیر" نامی مقام پر چار لوگ

حسینؑ مظلوم سے ملحق ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا "اما واللہ انی لارجو ان یکون خیر ما اراد اللہ بنا قتلنا ام ظفرنا" یہ ارشاد اس بات کی تصدیق ہے کہ چاہے اس راہ میں قتل ہو جاؤں چاہے کامیاب ہو جاؤں کوئی فرق نہیں ہے فرض، فرض ہے اور اسے بہر حال انجام دینا ہے میرا عقیدہ و ایمان یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہم لوگوں کے لئے جو چیز منتخب فرمائی ہے، ہماری بھلائی و بہتری اسی میں ہے، چاہے ہم کامیاب ہوں یا قتل ہو جائیں ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے بلکہ ہم تو اپنا فریضہ پورا کرنے آئے تھے۔ سرزمین کربلا میں داخل ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں "فقد نزل بنا من الا مر ما قد ترون" اور اسکے بعد ارشاد فرمایا "الا ترون ان الحق لا یعمل به وان الباطل لا یتناهی عنه لیرغب المو من فی لقاء ربه محقا۔"

پس یہ بات واضح ہو گئی کہ امام حسینؑ نے ایک واجب عمل انجام دینے کے لئے انقلاب برپا کیا اور تاریخ کے دوران اس واجب عمل کا تعلق ایک ایک مسلمان سے ہے اور یہ واجب عمل اس بات کا متقاضی بھی ہے کہ جب مسلمان یہ دیکھیں کہ اسلامی معاشرہ کے نظام میں بنیادی طور پر فساد اور انحراف پیدا ہو گیا ہے اور یہ محسوس کریں کہ اسلامی احکام میں بنیادی تبدیلی اور انحراف کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اس فاسد نظام کے

خلاف انقلاب برپا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں البتہ یہ دیکھنا لازمی ہے کہ ان کی انقلابی سرگرمیوں کے لئے زمین ہموار اور حالات ساز گار ہیں یعنی یہ کہ ان کی انقلابی تحریک کا کوئی اثر ضرور مرتب ہو گا اس میں زندہ باقی رہنے یا قتل ہو جانے کی شرط نہیں ہے اور مصائب و مشکلات سے نجات کی شرط بھی نہیں ہے پس امام حسینؑ نے حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد انقلاب برپا کیا اور اس واجب عمل کو انجام دیکر دنیائے بشریت کو ایک عملی درس فراہم کر دیا ممکن ہے کہ تاریخ کے دوران کسی بھی زمانے میں کوئی شخص مناسب حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ کام انجام دے لیکن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد دیگر آئمہ کے دور میں ایسے حالات پیدا نہیں ہوئے اور یہ ایک غور طلب امر ہے کہ ایسے حالات کیوں نہیں پیدا ہوئے کیونکہ دوسرے اہم کام بھی انجام پانے تھے اور اس کے علاوہ شہادت امام مظلوم کے بعد سے لے کر غیبت کے ابتدائی زمانہ تک اسلامی معاشرہ میں ویسے انحرافی اتار چڑھاؤ بھی نہیں نظر آئے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی ممالک میں اس قسم کے حالات بکثرت پیش آتے رہے اور آج بھی دنیائے اسلام میں ایسی بہت سی جگہیں ہیں جہاں انقلاب کی فضا ساز گار اور زمین ہموار ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنا واجب عمل انجام دیں اگر انہوں نے یہ واجب عمل انجام دیا تو اپنا فرض پورا کر دیا اور اسلام کی حفاظت کی ضمانت فراہم کر دی۔ اب یہ ایک فطری امر ہے

کہ ایک دو جگہ شکست کا منہ دیکھنا پڑے لیکن جب اسلامی انقلاب کی یہ تحریک بار بار چلتی رہے گی تو فساد اور انحراف کا خاتمہ یقینی ہے اس کام سے کوئی بھی آدمی واقف نہ تھا کیونکہ پیغمبر (ص) کے زمانے میں اور خلفاء کے زمانہ میں بھی یہ کام انجام پذیر نہیں ہوا تھا اور امیر المومنین حضرت علیؑ نے معصوم ہوتے ہوئے بھی یہ کام انجام نہیں دیا تھا لہٰذا امام حسینؑ نے آگے بڑھ کر یہ کارنامہ انجام دیا اور تاریخ اسلام کو عملی اعتبار سے ایک درس عظیم سے مالامال کر دیا اور در حقیقت اسلام کا پوری طرح سے بیمہ کر دیا صرف اپنے دور تک کے لئے نہیں بلکہ دیگر ادوار کے لئے بھی۔ پس جہاں کہیں ایسا فساد و انحراف دکھائی پڑے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے وہاں حسینؑ زندہ ہیں کیونکہ کربلا کی یاد لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اور یہ عملی درس ان کے لئے لائحہ عمل فراہم کر دیتا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ دیگر اسلامی ممالک میں درس عاشورائے حسینی کی ویسی شناخت نہیں ہے جیسی ہونی چاہئے ہمارے ملک میں اس عملی درس کی مکمل شناخت تھی ہمارے ملک کے لوگ امام حسینؑ کو پہچانتے تھے اور حسینی انقلاب کو خوب سمجھتے تھے اور حسینی روح سے پوری طرح واقف تھے اسی وجہ سے جب امام خمینیؒ نے کہا کہ محرم وہ مہینہ ہے جس میں خون کو تلوار پر عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے تو ایرانی عوام کو اس بات سے کوئی تعجب نہیں

ہوالور حقیقت بھی یہی ہے کہ خون نے شمشیر پر عظیم الشان لور مثالی کامیابی حاصل کرلی۔ میں اسلامی انقلاب سے قبل ایک موقع پر یہ بات عرض کرچکا ہوں اس وقت اس ضمن میں میں نے انقلابی جماعت کے سامنے ایک مثال پیش کی تھی یہ تقریباً ۲۴ یا ۲۵ سال قبل کی بات ہے یہ مثال ایک طوطے کی داستان پر مبنی ہے جسکا ذکر مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کیا ہے کہ ایک آدمی کے گھر میں ایک طوطا تھالور وہ شخص ہندستان جارہا تھاالبتہ یہ ایک مثال ہے اور مثالیں حقائق کی وضاحت کے لئے ہوا کرتی ہیں بہر حال سفر ہندستان کے لئے روانہ ہونے سے پہلے اس نے اپنے گھر والوں سے خداحافظ کہا اپنے اہل وعیال سے رخصت ہونے کے بعد وہ آدمی اس طوطے کے قریب آیالور طوطے سے خداحافظ کرتے ہوئے کہنے لگا "میں ہندستان جارہاہوں ہندستان تیرا وطن ہے لور طوطے اکثر وبیشتر اسی ملک سے آتے ہیں پس تو اپنے ہم وطن ساتھیوں کے نام کوئی پیغام کہلوانا چاہتا ہو تو بتا۔ اس طوطے نے کہا کہ فلاں علاقے میں میرے گھر والے اور دوست احباب رہتے ہیں آپ وہاں جاکر ان لوگوں سے بتادیجئے گا کہ تمہارا ایک ساتھی میرے گھر میں ہے ان سے میرے جملہ حالات بیان کردینالور کہنا کہ وہ ہمارے گھر کے ایک پنجرے میں بند ہے بس میں یہی پیغام کہلوانا چاہتاہوں اس کے علاوہ لور کچھ نہیں چاہتا وہ مرد تاجر ہندستان پہنچالور اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس طوطے کے علاقے

میں گیا تو اس نے دیکھا کہ واقعی درختوں کی شاخ پر بہت سے طوطے بیٹھے ہوئے ہیں اس تاجر نے ان طوطوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے خوش رنگ خوش بیان پرندو! میں تم لوگوں کے لئے ایک پیغام لے کر آیا ہوں تمہارا ایک ساتھی ہمارے گھر میں ہے وہ بہت اچھا ہے ہمارے یہاں ایک خوبصورت پنجرے کے اندر ہے اسے کھانے کے لئے عمدہ قسم کے پھل وغیرہ فراہم رہتے ہیں اور اسے ہر طرح کا آرام ہے اس نے تم لوگوں کو سلام کہا ہے۔

جیسے ہی تاجر نے اپنی بات ختم کی اس نے دیکھا کہ درخت کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے زندہ و سلامت طوطوں نے اپنے پر پھڑ پھڑانے شروع کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام طوطے اسی جگہ ڈھیر ہو گئے اس تاجر نے آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ تمام طوطے مردہ دکھائی پڑے تاجر کو بہت افسوس ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر میں نے ایسی بات کیوں کہی کہ مثلاً یہ دس پندرہ پرندے میری بات سن کر مر گئے بہر حال وہ تاجر بہت رنجیدہ ہوا لیکن کیا کرتا جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا جب وہ سفر سے واپس لوٹا تو اپنے طوطے کے پنجرے کے قریب گیا اور کہا کہ میں نے تیرے گھر والوں تک تیرا پیغام پہنچا دیا۔ اس طوطے نے پوچھا کہ ان لوگوں نے کیا جواب دیا تاجر نے کہا کہ کوئی جواب نہیں دیا بلکہ تمہارا پیغام سنتے ہی ان سب نے اپنے پر پھڑ پھڑائے اور اسی جگہ زمین پر ڈھیر ہو گئے جیسے ہی

تاجر کے منہ سے یہ جملہ نکلا اس طوطے پر بھی وہی کیفیت طاری ہوئی اور وہ پنجرے کی دیوار کی طرف لڑھک کر ختم ہو گیا تاجر کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا اس نے پنجرے کا دروازہ کھولا اور دیکھا تو وہ مردہ نظر آیا۔

اس نے طوطے کو پنجرے سے باہر نکالا اور اسکا ایک پیر پکڑ کر چھت کی طرف پھینک دیا تاجر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ طوطا اڑتے ہوئے دیوار کے اوپر بیٹھ گیا اور کہنے لگا "اے تاجر! میں واقعا بہت ممنون ہوں کہ تو نے خود ہی میری آزادی کا وسیلہ فراہم کر دیا میں مرا نہیں تھا بلکہ میں نے اپنے اوپر مردہ کیفیت طاری کر لی تھی در اصل یہ اس درس کا نتیجہ ہے جو میرے ساتھیوں نے مجھے یاد دلایا تھا جیسے ہی ان لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ میں یہاں ایک پنجرے میں مقید ہوں انھیں میرے نجات کی فکر دامن گیر ہو گئی چنانچہ ان لوگوں نے تیرے ذریعہ میرے پاس یہ عملی درس ارسال کیا کہ اس طریقے سے تو نجات حاصل کر سکتا ہے یعنی اگر آزاد زندگی چاہتا ہے تو موت سے ہمکنار ہو جا۔ میں نے تیری زبانی ان لوگوں کا پیغام اور عملی درس سنا اور فوراً ہی اس سے فائدہ حاصل کیا جس کے نتیجے میں مجھے آزادی اور نئی زندگی حاصل ہو گئی

واضح رہے کہ میں نے آج سے تقریباً بیس، پچیس سال قبل حاضرین مجلس کے سامنے یہ مثال پیش کرتے ہوئے ان سے سوال کیا تھا کہ عزیزان وطن

!بتایئے امام حسینؑ کس زبان میں آپ لوگوں کو یہ بتائیں کہ آپ کا فریضہ کیا ہے ؟ حالات وہی حالات ہیں زندگی وہی زندگی ہے اور اسلام بھی وہی اسلام ہے امام حسینؑ نے تمام نسلوں کے سامنے ایسی عملی مثال پیش کر دی کہ اگر ان کا ایک جملہ بھی نقل نہ ہوتا تو بھی ہم لوگوں کو اپنا فرض سمجھ لینا چاہئے تھا ایک ایسی قوم جو اسیر و قیدی ہے اور افسروں و حاکموں کے فساد میں گرفتار ہے ایک ایسی قوم جو دشمنان دین کے چنگل میں گرفتار ہو اور اسکی زندگی دو بھر ہو چکی ہو اسکو خود بخود یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایسے حالات میں اس کا فریضہ کیا ہے کیونکہ فرزند رسول (ص) اور امام معصوم حسینؑ مظلوم ہم لوگوں کو یہ عملی درس دے چکے ہیں کہ ایسے حالات میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے یہ بات زبانی طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی اگر انہوں نے سیکڑوں زبانوں سے یہ بات کہی ہوتی تو بھی یہ ممکن نہ تھا کہ تاریخ کے اتنے طولانی سفر کے بعد یہ ہم لوگوں تک پہنچ جاتی کیونکہ تاریخ میں درج واقعات کی صدہا تعبیریں پیش کی جا سکتی ہیں اسی وجہ سے حسینؑ مظلوم نے اس عظیم درس کو فقط زبانی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر ہم لوگوں کے سامنے پیش کیا واقعاً یہ ایک ایسا عظیم و سخت اور قربانی طلب عمل ہے جس کو امام حسینؑ نے بخوبی انجام دیا حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے سلسلے میں جو حقائق ہمارے سامنے موجود ہیں ان کو دیکھنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ بشریت میں رونما ہونے والے تمام

مصائب انگیز حوادث کے درمیان واقعہ کربلا آج بھی انفرادی اور مثالی حیثیت کا حامل ہے اور دامنِ تاریخ میں اس واقعہ کی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی جیسا کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا' مولائے متقیان علی نے ارشاد فرمایا اور امام حسنؑ نے بھی ارشاد فرمایا کہ اے حسینؑ! دنیا کا کوئی دن تمہارے روز عاشورہ جیسا نہیں اور تمہارے واقعہ کربلا جیسا کوئی دوسرا واقعہ نہیں ہے آج بھی روز عاشورا ہے اور میں مصائب کے چند کلمات آپ لوگوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کربلا کا ہر واقعہ مصائب آمیز اور گریہ آور ہے اس واقعہ کے جس حصہ کو بھی ملاحظہ کیجئے انتہائی دردناک نظر آتا ہے کربلا میں حسینؑ مظلوم کی آمد ان کی گفتگو ان کا شعر پڑھنا' موت کی خبر دینا' ان کا اپنی خواہر عزیز سے گفتگو کرنا۔ گھر کے دیگر افراد اور اپنے اصحاب وانصار سے ان کا انداز کلام غرض کہ ہر داستان رنج و غم اور مصائب و آلام سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ شب عاشورا آجاتی ہے یہ قیامت و عبادت کی رات ختم ہوتی ہے۔ روز عاشورا آتا ہے پھر وقت ظہر اور پھر ہنگام عصر۔ میں اس واقعہ کا ایک مختصر حصہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایام عزا ہیں اور ہر طرف سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہے چونکہ ہماری قوم نے اپنے انقلاب کی راہ میں ہزاروں جوانوں کی قربانی پیش کی ہے اور اس مجمع میں بھی ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام کی راہ میں اپنے جوانوں کو قربان

کر چکے ہیں لہٰذا میں اس موقع پر امام حسینؑ کے جوانوں کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ذاکرین سے یہ کہا کرتے ہیں کہ مصائب کا کوئی متن پڑھئے لہٰذا میں کتاب لہوف ابن طاؤس کا ایک متن پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کتاب کے متن کے ذریعہ مصائب پڑھنا ممکن نہیں ہے لیکن اس کتاب کے متن کا ایک ٹکڑا بطور مصائب پیش کر رہا ہوں۔ یہ کتاب لہوف ابن طاؤس ہے۔ علی ابن طاؤس چھٹی صدی ہجری کے ایک عظیم المرتبت شیعہ عالم دین تھے ان کا تعلق انتہائی دیندار خانوادہ سے تھا۔ یہ دو بھائی تھے علی ابن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس اور احمد بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس یہ دونوں بھائی عظیم عالم اور صاحب تالیف و تصنیف تھے۔ یہ سید علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس کی کتاب کا متن ہے اس کتاب کو روایت کے طور پر پڑھا جاتا ہے میں بھی اس کتاب میں نقل ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ علی بن طاؤس کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور ان کے گھر والوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو علی اکبر خیمہ سے باہر نکلے۔ علی اکبر انتہائی خوبصورت جوان تھے وہ حسینؑ مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے بابا جان! اب مجھے دشمنوں سے جنگ کی اجازت دیجئے تاکہ میں بھی اپنی جان آپ پر قربان کر سکوں حسینؑ مظلوم نے علی اکبرؑ کو بالکل نہیں روکا اور فوراً

اجازت دے دی یہ کسی بھانجے یا بھتیجے کی اجازت کا معاملہ نہیں تھا کہ اسے رد کرتے اور یہ کہتے کہ نہیں میں تمہیں مرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بلکہ یہ تو خود حسینؑ کے اپنے بیٹے کا معاملہ ہے۔ یہ حسینؑ مظلوم کا اسماعیل ہے جو میدانِ جنگ کی طرف جارہا ہے۔ امام حسینؑ نے علی اکبر کو اذنِ جنگ تو دے دیا لیکن جیسے ہی علی اکبر میدانِ جنگ کی طرف بڑھے باپ نے اپنے کڑیل جوان بیٹے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور بولے خدایا! تو گواہ رہ' میں نے اپنے اس بیٹے کو میدانِ جنگ کی طرف بھیجا ہے جو رفتار و گفتار میں پیغمبر (ص) سے مشابہ ہے۔ اس کا چہرہ قدو قامت اندازِ بیان اور طرزِ اخلاق سب کچھ میرے نانا سے مشابہ ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ امام حسینؑ اپنے اس نوجوان فرزند کو کس قدر عزیز رکھتے تھے اور کیوں نہ عزیز رکھیں ان کا یہ فرزند ہم شکل پیغمبر (ص) ہے اور وہ جب اپنے نانا کو دیکھنا چاہتے تھے تو اپنے اس بیٹے کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ حسینؑ مظلوم کو علیؑ اکبرؑ سے دوہری محبت تھی اور کیوں نہ ہو حسینؑ پیغمبر (ص) کی آغوش میں پلے بڑھے ہیں۔ بہر حال حسینؑ اپنے اس نوجوان فرزند کو بہت عزیز رکھتے تھے اور یہ ان کے لئے انتہائی سخت منزل تھی کہ ایسا جوان بیٹا میدانِ جنگ کی طرف جارہا ہے بہر حال علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں داخل ہوئے۔ مرحوم ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ یہ نوجوان میدانِ کارزار میں داخل ہوا اور دشمنوں سے جنگ کی اور اس کے بعد پھر باپ کی

خدمت میں واپس گیا۔ اور کہنے لگا "بابا جان! پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے۔ اگر ممکن ہو تو ایک گھونٹ پانی مجھے پلا دیجئے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کو کچھ جواب دیا اور وہ فوراً میدان جنگ کی طرف دوبارہ چلا گیا۔

حسینؑ مظلوم نے بیٹے سے کہا "جان پدر! جاؤ جنگ کرو۔ کچھ ہی دیر میں تم اپنے جد کے ہاتھوں سے سیراب ہو جاؤ گے۔ علیؑ اکبرؑ دوبارہ میدان جنگ میں داخل ہوئے اور غیر معمولی شجاعت و جواں مردی کے ساتھ جنگ کی۔ ابھی وہ جنگ کر ہی رہے تھے کہ ایک دشمن نے انہیں اپنے نیزہ کا نشانہ بنالیا اور نیزہ لگتے ہی وہ پشت فرس سے زمین پر آگئے۔ فضا میں نوجوان بیٹے کی آواز گونج اٹھی۔ "بابا جان! خدا حافظ یہ میرے جد پیغمبر اسلام (ص) ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے فرزند حسینؑ جلدی میری آغوش میں آجاؤ۔ علیؑ اکبر نے اپنی زبان سے یہ جملے ادا کئے پھر ایک آہ بھری اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

بیٹے کی آواز سنتے ہی امام حسینؑ میدان جنگ کی طرف چل پڑے اور میدان کارزار میں اپنے جوان بیٹے کو ڈھونڈنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کڑیل جوان کے قریب پہنچے اس کے منہ پر منہ رکھ دیا اور انتہائی دردناک انداز میں گریہ وزاری کرنے لگے۔ مقتل میں موجود جن لوگوں نے یہ المناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ناقل ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ علیؑ اکبرؑ کی شہادت کی خبر

سنتے ہی زینب خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کرنے لگیں ہائے میرے لعل علیٰ اکبرؑ 'میرے بھائی کی نشانی۔ وہ روتی ہوئی میدانِ جنگ کی طرف آئیں اور خود کو علیٰ اکبرؑ کے جسم پر گرا دیا۔

حسینؑ پہونچے اور اپنی بہن کا بازو پکڑا اور انھیں علیٰ اکبرؑ کے جسم سے الگ کر کے خیمہ کے اندر پہنچا دیا کیونکہ ان کا میدانِ جنگ میں آنا مناسب نہ تھا۔ واقعاً یہ وہ دردانگیز واقعات ہیں 'جن کو سن کر انسان کا دل پانی پانی ہو جاتا ہے ابن طاؤوس کی اس روایت کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ابن طاؤوس نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ نے اپنے آپ کو علیٰ اکبر کے جسم پر گرا دیا بلکہ ان کا بیان ہے کہ باپ نے بیٹے کے منہ پر منہ رکھ دیا اور زینب کبریٰ اپنے شہید بھتیجے کے جسم سے لپٹ گئیں میں یہ سوچتا ہوں کہ علی اکبرؑ کی پھوپی زینب کبریٰ وہی زینب تو ہیں جس کے دو جوان بیٹے شہید ہوئے لیکن میں نے کسی بھی کتاب میں یہ روایت نہیں دیکھی کہ جب ان کے اپنے بیٹے شہید ہوئے تو انھوں نے ایسا کوئی رد عمل ظاہر کیا ہو، بلند آواز میں گریہ وزاری کی ہو، لاشوں سے لپٹ کر بین کیا ہو۔ در حقیقت ہمارے دور کی مائیں بھی حضرت زینب کے طریقۂ کار پر عمل کر رہی ہیں۔ میں نے اس انقلاب کے دوران یہ نہیں دیکھا ہے کہ دو یا تین نوجوان شہیدوں کی ماں کے چہرے سے کمزوری اور عاجزی دکھائی دیتی ہو۔ در حقیقت ان شیر دل ماؤں